احمدی احباب کی تعلیم وتربیت کے لئے

بدھ 24 ستمبر 2014ء

روزنامہ

FR-10

1913ء سے جاری شدہ

الفضل

The ALFAZL Daily

ٹیلی فون نمبر 047-6213029

web: http://www.alfazl.org
email: editor@alfazl.org

ایڈیٹر: عبدالسمیع خان

بدھ 24 ستمبر 2014ء 28 ذیقعد 1435 ہجری 24 تبوک 1393 ہش جلد 64-99 نمبر 218

نیکی کا حکم دینے والے

امر بالمعروف کا بیڑا اُٹھاتے ہیں جو لوگ
ان کو دینا چاہتے ہیں ہر طرح کا یہ عذاب
پر جو مولیٰ کی رضا کے واسطے کرتے ہیں کام
اور ہی ہوتی ہے ان کی عز و شان و آب و تاب
وہ شجر ہیں سنگباروں کو بھی جو دیتے ہیں پھل
ساری دنیا سے نرالا ان کا ہوتا ہے جواب

(کلام محمود)

اخلاق عالیہ صحابہ کرامؓ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم

رسول اللہ ﷺ کے دعویٰ نبوت کے بعد حضرت ابوعبیدہؓ ابتدائی ایمان لانے والوں میں سے ہیں۔ انہی کو دارارقم کے تبلیغی مرکز بننے سے بھی پہلے قبول اسلام کی سعادت نصیب ہوئی۔ آپ حضرت ابوبکرؓ صدیق جیسے عظیم الشان داعی الی اللہ کی تبلیغی کوششوں کا شیریں پھل تھے۔ سیرتِ صدیقی کی گہری چھاپ ان کے اخلاق وشمائل میں نمایاں نظر آتی ہے۔ انہوں نے ایمان واخلاص میں بہت جلد ترقی کی اور اصحاب رسولؐ میں بہت بلند مقام پایا۔ آپؓ ان خوش نصیب دس صحابہؓ میں سے تھے جنہیں نبی کریمؐ نے اپنی زندگی میں جنت کی بشارت دی۔

(اسدالغابہ جلد 3 صفحہ 84)

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوعبیدہؓ کو خوبصورت اخلاق اور کردار کے ساتھ قیادت کی اعلیٰ صلاحیتوں سے نوازا تھا۔ آنحضرتؐ نے ایک دفعہ ان کی اس خوبی کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ ’’خاندان قریش میں سے تین ایسے مردان حق ہیں۔ جونہایت اعلیٰ اخلاق کے حامل، انتہائی حیادار اور مقامِ سیادت پر فائز ہیں۔ اور وہ ہیں ابوبکر وعثمان اور ابوعبیدہ بن الجراح۔‘‘

(اصابہ جز 4 صفحہ 2-1)

پاکیزہ اوصاف کی بناء پر آپؓ ہمارے آقا ومولا حضرت محمد مصطفی ﷺ کو بہت محبوب تھے، ایک دفعہ حضرت عائشہؓ نے رسول خداؐ سے بے تکلف گھریلو گفتگو کے دوران پوچھا کہ آپ کو اپنے اصحاب میں سے سب سے پیارے کون ہیں؟ آپؐ نے فرمایا ابوبکر، انہوں نے پوچھا پھر کون؟ فرمایا عمر، حضرت عائشہؓ نے تیسری مرتبہ پوچھا پھر کون۔ رسول کریم ﷺ نے جواب دیا ابوعبیدہ بن الجراحؓ۔

(اصابہ جز 4 صفحہ 12)

بلاشبہ ابوعبیدہؓ سے رسولؐ خدا کی یہ للّٰہی محبت ان کے اخلاص وفدائیت ایثار اور خدمات دینی کے باعث تھی۔ انہوں نے عین عالم شباب میں اسلام قبول کیا اور اپنی جوانی خدمت دین میں گزار دی۔

(بحوالہ سیرت صحابہ رسولؐ صفحہ 128 از مکرم حافظ مظفر احمد صاحب)

پریس ریلیز

میر پور خاص سندھ میں احمدی میڈیکل پریکٹیشنر

مکرم مبشر احمد کھوسہ صاحب

راہ مولیٰ میں قربان ہوگئے

احباب جماعت کو نہایت دکھ اور افسوس کے ساتھ یہ اطلاع دی جاتی ہے کہ مورخہ 22 ستمبر 2014ء کو میر پور خاص سندھ میں ایک معروف احمدی میڈیکل پریکٹیشنر مکرم مبشر احمد کھوسہ صاحب کو نامعلوم افراد نے راہ مولیٰ میں قربان کر دیا۔ تفصیلات کے مطابق مکرم مبشر احمد کھوسہ صاحب میڈیکل پریکٹیشنر اپنے کلینک میں مریضوں کا علاج معالجہ کر رہے تھے کہ دو نامعلوم افراد ان کے کلینک میں داخل ہوئے اور ان پر فائرنگ کر دی اور موٹر سائیکل پر فرار ہوگئے۔ فائرنگ کے نتیجہ میں مکرم مبشر احمد کھوسہ صاحب شدید زخمی ہوگئے۔ انہیں ہسپتال منتقل کیا جا رہا تھا کہ راستے میں ہی ان کی وفات ہوگئی۔ مرحوم کی عمر 50 سال تھی۔ انہوں نے پسماندگان میں بیوہ کے علاوہ دو بیٹے اور دو بیٹیاں یادگار چھوڑے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور لواحقین کو صبر جمیل کی توفیق بخشے۔ آمین

اس افسوسناک واقعہ پر جماعت احمدیہ پاکستان کے ترجمان مکرم سلیم الدین صاحب ناظر امور عامہ نے انتہائی رنج وغم کا اظہار کیا ہے اور کہا ہے کہ ستمبر کے مہینے میں ختم نبوت کے مقدس نام پر ملک کے طول وعرض میں منعقد کئے جانے والے اجتماعات کی تعداد میں بے حد اضافہ ہوتا ہے۔ ان اجتماعات میں احمدیوں کے واجب القتل ہونے کے فتوے دیئے جاتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ مخالفین کثیر تعداد میں ایسا نفرت انگیز لٹریچر شائع کر کے عوام میں تقسیم کر رہے ہیں جن میں احمدیوں کے بائیکاٹ سے لے کر قتل کرنے تک کی ترغیب دی جاتی ہے۔ انہوں نے کہا کہ اس ضمن میں متعلقہ حکومتی اداروں کی مسلسل خاموشی معنی خیز ہے۔ انہوں نے کہا کہ میر پور خاص سندھ میں ہی ستمبر 2008ء

باقی صفحہ 8 پر

اداریہ

احسان پھر بھی نہیں اتر سکتا

حضرت منشی ظفر احمد صاحب کپورتھلوی فرماتے ہیں:

جالندھر میں قیام کے ایام میں ایک دن ایک ضعیف العمر شخص غالباً وہ بیعت میں داخل تھا اور اس کا بیٹا نائب تحصیلدار تھا، اپنے بیٹے کو لے کر حضرت مسیح موعود کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اُس نے شکایت کی کہ یہ میرا بیٹا میری یا اپنی ماں کی خبر گیری نہیں کرتا اور ہم تکلیف سے گزارا کرتے ہیں۔ حضور نے مسکرا کر اُس کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ خدا تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے **ویطعمون الطعام**......(الدھر:9) اور اس میں کیا شک ہے کہ جب کوئی شخص اپنے ماں باپ، اولاد اور بیوی کی خبر نہ لے تو وہ بھی اس حکم کے نیچے مساکین (ماں باپ) یتامیٰ (بچے) اسیر (بیوی) میں داخل ہو جاتے ہیں۔ تم خدا تعالیٰ کا یہ حکم مان کر ہی آئندہ خدمت کرو۔ تمہیں ثواب بھی ہوگا اور ان کی خبر گیری بھی ہو جائے گی۔ اُس نے عہد کیا کہ آج سے میں اپنی کُل تنخواہ ان کو بھیج دیا کروں گا۔ یہ خود مجھے میرا خرچ جو چاہیں بھیج دیا کریں پھر معلوم ہوا کہ وہ ایسا ہی کرتا رہا۔ (سیرت المہدی جلد 4 ص 51)

حضرت ابوھریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

لا یَجْزِیْ وَلَد وَالِداً اِلَّا ان یَجِدَہٗ مَمْلُوْ کًا فَیَشْتَرِیَہٗ فَیُعْتِقَہٗ

(صحیح مسلم کتاب العتق باب فضل عتق الوالد حدیث نمبر 2779)

یعنی کوئی بیٹا اپنے والد کے احسانات کا بدلہ نہیں اتار سکتا سوائے اس کے کہ باپ کسی کا غلام ہو اور بیٹا اسے خرید کر آزاد کر دے۔

علامہ شہاب الدین احمد قلیوبی شافعی رحمہ اللہ (1069ھ) تحریر فرماتے ہیں:

ایک بزرگ نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ ایک بوڑھی عورت کو کندھے پر اٹھائے بیت اللہ کا طواف کر رہا ہے بزرگ نے اس شخص سے عورت کے متعلق استفسار کیا تو اس نے بتلایا کہ یہ میری ماں ہے اور میں سات برس سے اسی طرح اٹھائے ہوئے ہوں۔ میرے آقا یہ بتلائیے کہ کیا میں نے اس کا حق ادا کر دیا ہے وہ بزرگ بولے نہیں ہرگز نہیں اگر تمہاری عمر ہزار برس بھی ہو جائے اور تم اسے اسی طرح اٹھائے رہو تو تمہارا یہ اٹھانا ان راتوں میں سے ایک رات کے برابر بھی نہیں ہو سکتا جس میں تمہاری والدہ تمہیں گود میں لے کر کھڑی رہی تھی اور تمہیں اپنے پستانوں سے دودھ پلا رہی تھی۔

(بحوالہ: جنت کا دروازہ، ص 5)

احمدیوں کا دامن بھی والدین کی خدمت سے بھرپور ہے۔ مکرم چوہدری عبدالعزیز اپنی کتاب یادِ حبیب میں ذکر کرتے ہیں کہ میں 19 سال کا تھا جب تقسیم ہند کا واقعہ پیش آیا۔ ہمارا قافلہ ستمبر 1947ء میں قادیان سے بٹالہ کی طرف پیدل چل پڑا۔ رستہ میں سخت مشکلات آئیں بار بار دشمنوں کے حملے ہوتے تاہم چھٹے دن یہ قافلہ ڈیرہ بابا نانک کے رستہ جسڑ کے مقام سے پاکستان داخل ہوا۔ وہ کہتے ہیں:

ہجرت کا غم اس قدر ہوا کہ حضرت والدہ صاحبہ قادیان کو چھوڑتے ہی بیہوش ہو گئیں۔ دو تین میل بڑی مشکل سے راستہ طے کیا تھا کہ ان کو ڈائریا ہو گیا۔ ہر دس منٹ بعد اسہال آنے لگے۔ کمزوری بڑھتی گئی پھر بیہوش ہو گئیں۔ لوگ تو چھوٹے بچوں کو پھینک رہے تھے اور اپنی جان بچا کر ادھر ادھر پناہ لے رہے تھے بوڑھے دم توڑ رہے تھے کوئی مدد کو نہیں آ رہا تھا۔ تب میں نے فیصلہ کیا کہ اب حضرت والدہ صاحبہ کو اپنی کمر پر اٹھا کر سفر کروں گا ان کو ایک قدم بھی چلنے نہ دوں گا۔ اور کسی حالت میں ان کو چھوڑ کر نہیں جاؤں گا۔ دوسرے سب بھائی چھوٹے تھے ان کی 16 سال سے 3 سال کی عمریں تھیں حضرت والد صاحب بھی اس وقت 58 سال کے تھے۔ غم نے ان کی کمر توڑ دی تھی بڑی مشکل سے ساتھ چل رہے تھے پُر عزم تھے اس لئے ہمارا حوصلہ بھی بڑھا رہے تھے۔ تب میں نے جو سامان اٹھا رکھا تھا وہ اپنی بیوی کو دیا اور کچھ چھوٹے بھائی کو اور حضرت والدہ صاحبہ کو کمر پر اٹھا لیا۔ چھ دن ہم نے سفر کیا راستہ میں فاقے سے رہے کچھ پتے اور کچے امرود ایک باغ سے توڑ کر ابال کر کھائے۔ کچھ گندم بلوچ رجمنٹ کے ذریعہ ملی جو ابال کر راستہ میں استعمال کی۔ مگر اس ذات کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے حضرت والدہ صاحبہ کو لے کر سارا سفر ایسے چلتا رہا۔ جیسے کوئی وزن نہیں ہے انتہائی خطرناک سفر مگر خدا کے فرشتے میرے ساتھ تھے نہ تھکان نہ بھوک کا خیال ایسے جیسے پھول اٹھائے ہوئے۔ مجھے نہیں معلوم کہ انہوں نے کیا کیا دعائیں میرے لئے کیں۔ زندگی بھر مجھے دعائیں دیتی رہیں۔ میں ان دعاؤں کا پھل کھاتا رہا۔ ان کی دعاؤں کے طفیل مشکل ترین حالات میں مرکز سے مجھے وقف کے لئے بلایا گیا اور خدمت سلسلہ کی توفیق پائی۔ 1949ء سے 1965ء اپنے آقا حضرت المصلح الموعود کی خدمت میں رہا آپ کا قرب ملا۔ دین و دنیا کی نعمتیں پا گیا۔

جس طرح حضرت والدہ صاحبہ کو کندھوں پر اٹھایا اپنے آقا کو بھی کندھوں پر اٹھاتا رہا۔ ایک موقعہ پر جب خاکسار حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب کے ساتھ ضلع سیالکوٹ کے دورہ پر گیا۔ ہماری جیپ کچے راستہ میں دلدل میں پھنس گئی۔ بڑی کوشش کی مگر جیپ نہ نکلی تب میں اتر کر ننگے پاؤں کیچڑ سے گزر کر باہر خشکی پر گیا تو آپ بھی جیپ سے اترنے لگے مگر میں نے بار بار درخواست کر کے آپ کو نیچے اترنے نہ دیا اور اس طرح آپ کو بھی کندھوں پر اٹھا کر باہر خشک جگہ پر اتارا۔

آپ نے یہ واقعہ حضرت والدہ صاحبہ سے سن کر ہمیشہ یاد رکھا اور دعائیں دیتے رہے اپنے خطوط میں بھی اس کا ذکر فرمایا۔ حضرت والدہ صاحبہ کی وفات پر جب خاکسار ملاقات کے لئے حاضر ہوا تعزیت فرمائی اور آخر میں فرمایا۔ ''عبدالعزیز تم پر جنت واجب ہو گئی ہے۔'' جو تم پارٹیشن کے موقعہ پر اپنی والدہ صاحبہ کو کندھوں پر اٹھا کر پاکستان لائے تھے۔ میرے آقا کی یہ دعا میرا مولیٰ قبول فرمائے۔

حضور نے مارچ 2003ء کے خطبہ جمعہ میں بھی میرا ذکر حضرت والدہ صاحبہ کے ذکر کے ساتھ فرمایا۔ ہمارے عبدالعزیز صاحب ڈوگر اپنی والدہ کو پارٹیشن کے وقت کندھوں پر اُٹھا کر پاکستان لائے تھے۔

(یادِ حبیب، ص 165)

رضائے خدا کا تاج

نہ کوئی توڑ پھوڑ، نہ جلسہ، نہ احتجاج
ہم لوگ اور لوگ ہیں اپنے الگ رواج

سہہ لیں گے ظلم مرضیِ مولا کے واسطے
پہنے رہیں گے سر پہ رضائے خدا کا تاج

اپنی سوا سو سال پہ پھیلی ہے داستاں
دیتے رہے ہیں گرم لہو سے سدا خراج

آخر تو کٹ ہی جائے گی لمبی سیاہ رات
آخر بدل ہی جائے گا یہ ظلم کا سماج

کانٹوں بھرا ازل سے وفاؤں کا راستہ
لتھڑا ہوا ہے خون میں عرشیؔ ہو کل کہ آج

ا۔ع۔ملک

پبلشر و پرنٹر : طاہر مہدی امتیاز احمد وڑائچ .... مطبع: ضیاء الاسلام پریس .... مقام اشاعت : دارالنصر غربی چناب نگر ربوہ .... قیمت 5 روپے

مکرم عطاء المجیب راشد صاحب۔لندن

اباجان حضرت مولانا ابوالعطاء جالندھری

(قسط اول)

میرے پیارے اباجان، حضرت خالدِ احمدیت مولانا ابو العطاء صاحب جالندھری کے وصال پر 37 سال کا طویل عرصہ گزر چکا ہے لیکن ان کی محبت بھری دلکش اور حسین یادیں ہمیشہ کی طرح تروتازہ ہیں۔اپنے ذاتی مشاہدات پر مبنی چند ایک واقعات اور تاثرات بیان کرتا ہوں اور قارئین سے عاجزانہ درخواست ہے کہ حضرت اباجان کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں ۔اللہ تعالیٰ ان کے درجات قربِ الٰہی کو بڑھاتا چلا جائے اور اپنی رضا کی جنتوں میں عطاءً غیر مجذوذ سے نوازے آمین۔

تعلق باللہ

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے حضرت اباجان صاحبِ کشوف و الہام بزرگ تھے۔ رویائے صادقہ بہت کثرت سے دیکھتے لیکن طبیعت میں ایسی انکساری اور خاکساری تھی کہ ان عظیم انعامات کا بہت ہی کم ذکر فرماتے۔اکثر اس ذاتی تعلق باری تعالیٰ کا اخفاء ہی پسند فرماتے اور یہی اللہ تعالیٰ کے سچے مومن بندوں کا عام طریق ہوتا ہے۔بعض موقعوں پر ان انعامات کا ذکر آپ کی زبان سے میں نے سنا ہے لیکن ہر بار یہ ذکر اللہ تعالیٰ کے شکر اور اس کی حمد سے لبریز جذبات کے ساتھ ہوتا نہ کہ اپنی ذات کو نمایاں کرنے یا تفاخر کی غرض سے۔

1953ء کے خطرناک حالات میں ہر احمدی مجسم دعا بنا ہوا تھا۔حضرت اباجان نے ان حالات کا ذکر کرتے ہوئے ایک بار فرمایا کہ ان دنوں میں دشمنوں کے خطرناک منصوبوں کی خبریں ہر روز موصول ہوتی تھیں ۔ان اطلاعات پر ایک مرکزی کمیٹی میں غورو فکر کیا جاتا، مشورے ہوتے اور ضروری تدابیر اختیار کی جاتیں ۔آپ فرماتے تھے کہ ان پریشان کر دینے والی خوفناک اطلاعات سے طبیعت بہت فکر مند رہتی اور دعاؤں کی طرف خصوصی توجہ ہوتی۔ایک روز بہت فکر مندی کا عالم تھا۔خوب دعا کا موقع ملا اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے الہام کے ذریعہ تسلی دی کہ ان ساری مشکلات کے بادل چھٹ جائیں گے اور ان مشکل حالات میں اللہ تعالیٰ جماعت کی حفاظت فرمائے گا۔ مجھے یاد ہے کہ حضرت اباجان نے اپنے اس الہام کا ذکر فرمایا کہ اِنَّا نُنَفِّسُ کُلَّ کُرُبَۃِ مِنُ کُرَبَاتِ الدُّنُیَا کہ دنیا کی سب مشکلات اور آزمائشوں کو ہم پھونک سے اڑا کر رکھ دیں گے۔ تاریخ گواہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے خدائی وعدہ بڑی شان سے پورا ہوا اور ہوتا چلا جا رہا ہے۔

توکل علی اللہ

محترم صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب ناظر اعلیٰ و امیر مقامی ربوہ نے ایک مجلس میں مجھ سے ذکر فرمایا کہ حضرت مولانا ابوالعطاء صاحب جالندھری نے ان سے ایک موقع پر ذکر فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اس الہام سے نوازا ہے۔ سَمَّیْتُكَ الْمُتَوَكِّل کہ میں نے تیرا نام متوکل رکھا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ حضرت اباجان کی زندگی میں توکّل علی اللہ کا پہلو بہت نمایاں طور پر ساری زندگی جلوہ گر رہا۔اللہ تعالیٰ کی ہستی پر زندہ یقین ایک میخ کی طرح آپ کے دل میں گڑا ہوا تھا۔ ہمیشہ اسی قادر و توانا خدا کو اوّل و آخر اپنا معین و مددگار یقین کرتے اور ایک سچے موحد کی طرح ہر موقع پر اللہ تعالیٰ کی طرف جھکتے اور اسی کا دروازہ کھٹکھٹاتے۔ غیر اللہ کو پر کاہ کے برابر بھی حیثیت نہ دیتے تھے۔ واقعی ایک سچے اور کامل متوکل بندۂ خدا تھے۔

گھر میں ہم بہن بھائی اپنی تعلیمی ضروریات کے لئے رقم لینے کے لئے آپ کے پاس جاتے۔ جا کر اباجان سے کہتے کہ ہمیں اتنی رقم کی ضرورت ہے تو آپ جیب میں ہاتھ ڈالتے۔رقم ہوتی تو فوراً دے دیتے اور اگر نہ ہوتی اور ایسے مواقع بہت کثرت سے ہوا کرتے تھے۔تو فرمایا کرتے تھے کہ اچھا کل رقم لے لینا۔ ہمارے اباجان واقف زندگی تھے۔ دنیاوی لحاظ سے مال دار نہیں تھے لیکن اللہ تعالیٰ پر یقین اور توکل کی دولت سے بھرپور تھے۔ اگلے روز ہم جاتے تو اسی طرح جیب میں ہاتھ ڈالتے اور ہماری مطلوبہ رقم بڑی خوشی سے ہمیں دے دیتے۔ ہم بہن بھائی اکثر آپس میں یہ بات کرتے کہ یہ کیا بات ہے کہ اباجان کے پاس آج رقم نہیں ہے تو کل کہاں سے آجائے گی۔ ہم سوچتے اور آپس میں اظہار بھی کرتے کہ شاید اباجان کے پاس پیسے بنانے کی کوئی مشین ہے جو آپ رات کو چلاتے ہیں اور صبح ہوتی ہے تو رقم تیار مل جاتی ہے۔ ظاہر ہے کہ کوئی ایسی مادی مشین تو آپ کے پاس نہ تھی البتہ رات کی تاریکی میں چلنے والی دعا ، یقین اور توکل کی مشین ضرور تھی اور یہی آپ کی سب سے قیمتی متاع تھی۔

محبت الٰہی سے بھرپور زندگی

حضرت اباجان نے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ایک مکمل اور کامیاب زندگی گزاری۔ اللہ تعالیٰ کی رحمتوں اور برکتوں کے سایہ میں، خدمت دین سے بھرپور اور خدائی تائیدات سے معمور ایسی پر سکون اور روحانی زندگی گزاری جس میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک نفس مطمئنہ عطا فرما دیا تھا۔آپ دنیا میں رہے لیکن دنیا سے الگ رہے۔دنیا کی محبت کلیۃً سرد ہو چکی تھی اور اللہ تعالیٰ کی محبت ہر چیز پر غالب تھی۔ اس کیفیت میں زندگی کی ہر مشکل اور مصیبت آسان ہو جاتی اور دل ہر وقت اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کے شکر سے بھرا رہتا۔ یہ پُرسکون زندگی خوشیوں کی آماجگاہ تھی اور اللہ تعالیٰ کے فضلوں کا جیتا جاگتا نمونہ۔

آپ کی زندگی میں اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی ہر چیز پر مقدم تھی۔آپ زندگی بھر اس بات کا قولاً اور عملاً درس دیتے رہے کہ ایک ہی ہے جس کی ذات اور جس کی وفا بھروسہ کے لائق ہے۔اللہ تعالیٰ پر زندہ یقین آپ کی زندگی کا مرکزی نقطہ تھا۔ اس حی و قیوم خدا پر کامل بھروسہ آپ کا شعار تھا۔ ہمیشہ نصیحت فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ سے تعلق مضبوط رکھو کہ وہی ہے جو سب سے زیادہ وفا کرنے والا اور ہر مشکل گھڑی میں ساتھ دینے والا ہے۔ دنیا اور اہل دنیا پر کبھی بھروسہ نہ کرو۔

نمازوں کا اہتمام

ہر سچا احمدی اللہ تعالیٰ کے فضل سے نمازوں کا اہتمام کرنے والا ہوتا ہے۔ حضرت اباجان کی زندگی میں یہ وصف بہت ہی نمایاں طور پر نظر آتا تھا۔ دارالرحمت وسطی میں ہمارا مکان ’’بیت العطاء‘‘ ایسی جگہ پر واقع تھا کہ دو محلوں کی بیوت کے درمیان میں پڑتا تھا۔ دارالرحمت وسطی کی بیت نصرت ایک طرف اور دارالرحمت غربی کی بیت ناصر دوسری طرف۔ اباجان کا اور ہم سب کا طریق یہی تھا کہ ہم دونوں بیوت میں نمازیں ادا کیا کرتے تھے۔ سہولت کے لئے اباجان کی ہدایت پر ہم نے گھر کے برآمدہ میں ایک بورڈ بنا کر لگایا ہوا تھا جس میں دونوں بیوت میں نمازوں کے اوقات لکھے ہوتے تھے تاکہ وقت کے لحاظ سے جہاں سہولت ہو نماز ادا کر لی جائے اور نماز باجماعت مل جائے۔ حضرت اباجان کے نمازوں کے اہتمام کو دیکھ کر ہمیشہ وہ حدیث یاد آتی کہ مومن کا دل تو گویا بیت میں لٹکا رہتا ہے اور ایک نماز کے بعد دوسری کا انتظار رہتا ہے۔ آپ بڑی محبت اور چاہت سے بیت جا کر نمازیں ادا فرماتے۔ مجھے یاد ہے کہ موسم گرما میں بعض اوقات اتنی شدید گرمی ہو جاتی تھی کہ بسا اوقات دل کرتا تھا کہ نماز گھر پہ ہی ادا کر لی جائے۔ ایسی شدید گرمی میں بھی حضرت اباجان سر پر تولیہ لپیٹ کر پانی کا گلاس پی کر نماز کے لئے بیت تشریف لے جاتے اور کئی بار میں نے سنا کہ آپ سخت گرمی کے حوالے سے ایسے موقعوں پر اس آیت کریمہ کا ذکر فرماتے نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا کہ جہنم کی آگ اپنی حرارت میں بہت ہی شدید ہے۔ جن لوگوں کو ربوہ یا کسی اور علاقہ کی شدید گرمی کا تجربہ ہوا ہو وہ صحیح اندازہ کر سکتے ہیں کہ ایسی شدید گرمی میں نماز کے لئے بیت جانا کتنا مشکل ہوتا ہے اور ایسی گرمی میں بیت جا کر نماز ادا کرنے کا کتنا ثواب ہوتا ہوگا۔

درس القرآن

حضرت اباجان کا درس القرآن بہت مقبول تھا۔ بہت معلوماتی اور دلچسپ ہوتا تھا۔ تلاوت قرآن مجید کا بھی ایک خاص دلربا انداز تھا۔ ترجمہ اور تفسیر بھی وقت کی رعایت سے بہت جامعیت سے بیان فرماتے تھے۔ بہت پرانی بات ہے ایک رمضان المبارک میں آپ کے درس کے دن آنے والے تھے مجھے خیال آیا کہ اباجان کا درس ریکارڈ کروا لیا جائے (ان دنوں ابھی ریکارڈنگ کا طریق اس قدر رائج نہیں تھا) اس خیال سے کہ اباجان کو اس ریکارڈنگ کا پتہ نہ چلے اور درس اپنے اصل معروف انداز میں ہی ریکارڈ ہو جائے میں نے مکرم قاضی عزیز احمد صاحب انچارج لاؤڈ سپیکر سے درخواست کی کہ سارا درس ایک ٹیپ پر ریکارڈ کر دیں اور اس طریق پر کریں کہ حضرت اباجان کو اس کا علم نہ ہو سکے۔ میں نے ٹیپ ان کو خرید کر دی اور انہوں نے ایمپلی فائر سے براہ راست سارا درس جو تین یا چار دن کا تھا ریکارڈ کر دیا۔ درس کے آخری روز گھر آنے پر میں نے اباجان کو بتایا کہ آپ کا سارا درس میں نے ریکارڈ کروا لیا ہے تو فرمانے لگے کہ بتا تو دینا تھا کہ ریکارڈنگ ہو رہی ہے۔ میں نے تو درس میں چند لطائف بھی سنا دئے ہیں۔ میں نے کہا کہ اسی لئے تو آپ کو پہلے سے بتایا نہیں تھا کہ آپ کے اصلی انداز میں ریکارڈنگ ہو سکے۔ سو الحمدللہ کہ یہ ریکارڈنگ ہمارے پاس محفوظ ہے۔ اسی ریکارڈنگ سے لے کر صرف تلاوت کی ایک الگ آڈیو ٹیپ بھی تیار کر لی گئی ہے۔

عربی زبان کی مہارت

حضرت اباجان کو اللہ تعالیٰ نے عربی زبان بولنے کا خوب ملکہ عطا فرمایا تھا۔ میں نے آپ کو بعض موقعوں پر مختصر خطاب کرتے اور بعض عرب دوستوں سے عربی میں گفتگو کرتے سنا ہے۔ آپ بہت روانی اور بے تکلفی سے گفتگو فرماتے تھے۔ لندن میں قیام کے دوران فلسطین ، شام ، مصر اور اردن سے آنے والے پرانے عرب احمدیوں نے دیگر امور کے علاوہ حضرت اباجان کی عربی دانی اور زور دار تقریر کا بہت کثرت سے مجھ سے ذکر فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس میدان میں جو غیر معمولی استعداد عطا فرمائی تھی اس سلسلہ میں ایک دلچسپ واقعہ میں نے بارہا آپ کی زبانی سنا۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ ایک بار لاہور جانے کا اتفاق ہوا تو معلوم ہوا کہ وہاں ایک بڑے ہال میں اس موضوع پر پبلک جلسہ ہو رہا ہے کہ پاکستان ایک اسلامی سلطنت ہے، اس ملک میں عربی زبان کو فروغ دینا چاہئے۔ میں نے چند دوستوں کو ساتھ لیا اور فوراً اس جلسہ میں جا شامل ہوا۔ جلسہ کی کارروائی سن کر مجھے سخت تعجب ہوا کہ بات تو عربی زبان کے فروغ کی ہو رہی ہے لیکن عرب مہمانوں کے سوا باقی سب پاکستانی مقررین تقاریر اردو میں کر رہے ہیں۔ خیر میں کاروائی سنتا رہا۔ بہت زور دار تقاریر ہوئیں۔ تقاریر کے آخر میں صاحب صدر کے خطاب سے قبل یہ اعلان ہوا کہ سامعین میں سے اگر کوئی شخص کوئی بات کہنا چاہتا ہے تو موقع دیا جا سکتا ہے۔ میں نے جھٹ اپنے نام کی چٹ بھجوا دی۔ فوراً

ہی مجھے بلا لیا گیا۔ میں سٹیج پر گیا اور میں نے عربی زبان میں فی البدیہہ تقریر کی۔ میں نے کہا کہ واقعی پاکستان میں عربی زبان کو فروغ دینا چاہئے۔ آیات اور احادیث کے حوالوں کے علاوہ عربی کے ام الالسنہ ہونے کا بھی ذکر کیا۔ چند منٹ کی تقریر تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے خاص توفیق عطا فرمائی۔

میری تقریر کے بعد آخر میں صاحب صدر کا خطاب تھا جو کسی عرب ملک کے تھے۔ انہوں نے میری تقریر کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ مجھے یہ تقریر سن کر اتنی خوشی ہوئی ہے کہ میں بیان نہیں کرسکتا۔ انہوں نے کہا کہ جب یہ پاکستانی شخص (جس کو میں نہیں جانتا) سٹیج پر آیا اور بجائے اردو کے عربی میں تقریر شروع کر دی تو میرے دل میں یہ خیال آیا کہ یہ پاکستانی شخص کیسے عربی بول سکے گا۔ میں نے دل میں ارادہ کیا کہ کاغذ قلم لے کر اس کی تقریر میں عربی زبان کی غلطیاں نوٹ کرتا جاؤں۔ چنانچہ میں نے بہت غور سے اس کی تقریر سننی شروع کی اور مجھے یہ کہتے ہوئے بہت ہی خوشی ہو رہی ہے کہ میں اس غیر عرب پاکستانی کی ساری عربی تقریر میں ایک غلطی بھی نہیں ڈھونڈ سکا اور میں اپنی اس کوشش میں بری طرح ناکام ہو گیا ہوں۔ ایک پاکستانی کی زبان سے ایسی شاندار عربی سن کر میں حیران ہو گیا ہوں اور صمیم قلب سے سارے پاکستانیوں کو مبارکباد دیتا ہوں کہ ان میں اس لیاقت اور قابلیت کے افراد موجود ہیں۔

حضرت ابا جان فرمایا کرتے تھے کہ اجلاس ختم ہوا تو حاضرین جلسہ نے مجھے گھیر لیا اور پرتپاک مصافحوں اور معانقوں کے ساتھ ہر طرف سے مبارکباد اور شکریہ کی آوازیں بلند ہونے لگیں۔ ہر ایک کی زبان پر یہ فقرہ تھا کہ مولانا! آج تو آپ نے اسلام کی اور ہم پاکستانیوں کی لاج رکھ لی ہے۔ آپ کی نوازش، آپ کا شکریہ۔ اس کے بعد یہ لوگ مجھ سے پوچھتے کہ مولانا آپ کہاں سے تشریف لائے ہیں؟ میں ربوہ کا ذکر کرتا تو کھسیانے ہو کر وہاں سے کھسک جاتے۔ یہ منظر دیکھنے والا تھا کہ بڑے تپاک سے آتے اور مبارک باد دیتے لیکن ربوہ کا نام سنتے ہی تعصب کے مارے الٹے پاؤں پھر جاتے!

عرب احمدیوں کے تاثرات

ماہ اپریل 2000ء میں جماعت احمدیہ کبابیر (فلسطین) نے اپنا جلسہ سالانہ منعقد کیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کے ارشاد پر خاکسار نے مرکزی نمائندہ کے طور پر اس جلسہ میں شمولیت کی۔ دو ہفتہ قیام کے دوران مجھے احباب جماعت سے ملاقات کرنے اور حضرت ابا جان کے بارہ میں معلومات حاصل کرنے کا موقع بھی ملا۔ اس سفر کی چند یادیں ذکر کرتا ہوں۔

اس سفر کے دوران حضرت ابا جان کے حوالہ سے دوست اس قدر محبت اور پیار سے ملتے کہ میں فرط جذبات سے بے قابو ہو جاتا رہا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے احباب جماعت کے دلوں میں حضرت ابا جان کی ایسی محبت پیدا کر دی ہے کہ بات بات پر وہ ان کا ذکر کرتے تھے۔ ایک روز میری درخواست پر ایسے سب دوست ایک مجلس میں اکٹھے آئے جنہوں نے حضرت ابا جان کو دیکھا اور ان کے ساتھ کچھ وقت گزارا تھا۔ سب دوست بہت شوق اور محبت سے اکٹھے ہوئے اور محبت و پیار اور جذباتِ الفت سے معمور ایک یادگار مجلس منعقد ہوئی۔ سب دوستوں نے اپنی پرانی یادیں اور ایمان افروز واقعات بیان کئے۔ الحمد للہ کہ اس ایمان افروز مجلس کی ویڈیو بھی تیار کی گئی اور ان سب محبین اور مخلصین کے ساتھ ایک تاریخی گروپ فوٹو بھی ہو گیا۔ میں نے جماعت احمدیہ فلسطین کے ایمان و اخلاص اور حضرت ابا جان سے ان کی محبت کا تذکرہ تو بارہا سن رکھا تھا لیکن اس کیفیت کو خود اپنی آنکھوں سے دیکھ کر اور محبت بھرے جذبات اور واقعات کو سن کر بہت لطف آیا اور دل جذبات حمد و شکر سے لبریز ہو گیا کہ یہ سب جماعت کی برکت ہے اور اللہ تعالیٰ کا فضل و احسان ہے۔ اس کیفیت کو لفظوں میں بیان کرنا بہت مشکل ہے۔ آج بھی اس مجلس کی یاد آتی ہے تو آنکھیں پُر آب ہو جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ سب مخلصین کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین

ایک دوست نے ذکر کیا کہ میں حضرت مولانا کے ساتھ پریس میں کام کیا کرتا تھا۔ انہوں نے بتایا کہ مولانا عربی رسالہ کے لئے خود ہی مضامین لکھتے اور پھر خود ہی کمپوز بھی کرتے اور چند احباب کی مدد سے دستی پریس پر شائع کیا کرتے تھے۔ وہ خود بھی مشین چلانے کی خدمت کیا کرتے تھے۔ ایک دوست نے یہ واقعہ یاد دلایا کہ وہ ان کے ساتھ فٹ بال کھیلتے تھے اور حضرت مولانا اکثر ان سے فٹبال چھین لینے میں کامیاب ہو جایا کرتے تھے۔ بعض نے اکٹھے سفر پر جانے کی یادیں تازہ کیں۔ بعض نے مخالفین سے مناظرات اور گفتگو کی تفاصیل بتائیں۔ بعض نے اس قہوہ کا ذکر کیا جو وہ اپنے ہاتھ سے تیار کر کے انہیں پلایا کرتے تھے۔ الغرض محبت اور پیار کی زبان سے ایسا خوبصورت تذکرہ جاری رہا کہ ہر شخص کا دل ایک بار پھر حضرت ابا جان کی یاد سے آباد اور دعاؤں سے پُر ہو گیا۔

اس سفر کے دوران مجھے معلوم ہوا کہ ابتدائی پرانی بیت کے ساتھ ایک چھوٹا حجرہ ہوا کرتا تھا جس میں حضرت ابا جان نے کچھ عرصہ قیام کیا۔ اب تو ماشاء اللہ اس پرانی بیت کی جگہ پر ایک شاندار اور بہت خوبصورت بیت تعمیر ہو چکی ہے۔ بعد ازاں آپ نے ایک اور مکان میں رہائش اختیار کی جو بیت کے بالکل ساتھ تھا۔ میں نے وہ جگہ بھی دیکھی۔ اب وہاں نیا مکان تعمیر ہو چکا ہے۔

ایک روز جماعت کے امیر مکرم محمد شریف عودہ صاحب مجھے اور میری اہلیہ کو وہ جگہ دکھانے لے گئے جو بیت کے قریب ہی پہاڑ کے دامن میں ہے۔ جہاں ایک چشمہ پر حضرت ابا جان ٹھنڈے پانی میں نہانے کے لئے تشریف لے جاتے تھے۔ انہوں نے بتایا کہ اس جگہ کے قریب کھیتوں میں ابتدائی ایام میں حضرت مولانا عربی زبان میں تقریر کی مشق کیا کرتے تھے۔ آپ کا طریق یہ تھا کہ آپ تازہ عربی اخبارات خرید کر وہاں اس وادی میں اکیلے چلے جاتے اور کھیتوں کے درمیان کھڑے ہو کر بلند آواز سے اخبار پڑھتے اور تقریر کی مشق کیا کرتے تھے۔ اس راز کا پتہ اس طرح لگا کہ ایک روز ایک احمدی بھی قریبی راستہ سے گزر رہا تھا کہ اس نے حضرت مولانا کی بلند آواز سنی اور اس طرح یہ بات ہمارے علم میں آئی کہ آپ دعوت الی اللہ کی خاطر کس طرح دن رات محنت کرتے تھے اور اپنی لیاقت اور قابلیت بڑھانے کے لئے کیا کیا طریق اختیار فرماتے تھے۔

ایک روز مکرم عبد اللہ اسعد عودہ صاحب مجھے اپنے ایک پرانے اور معمر شناسا سے ملانے کے لئے لے گئے۔ جاتے ہوئے انہوں نے تعارف کروایا کہ وہ ایک معروف علم دوست آدمی ہیں اور ایک مقامی اسلامی تنظیم کے لیڈر ہیں۔ ان کا جماعت سے رابطہ رہا ہے اور بعض اوقات وہ بیت بھی آتے رہے ہیں۔ انہیں ہمارے آنے کی اطلاع دے دی گئی تھی۔ ہم پہنچے تو وہ عرب رواج کے مطابق ہمارے استقبال کے لئے گھر سے باہر تشریف لائے اور بہت اخلاص اور محبت بھرے پُر جوش معانقہ سے ہمارا استقبال کیا۔ پھر بہت تکریم کے ساتھ گھر کے اندر لے گئے اور مرکزی جگہ پر بٹھا کر فوراً ہی مہمان نوازی میں مصروف ہو گئے۔ میرے لئے اس نوعیت کا یہ پہلا تجربہ تھا۔ باوجود دیگر افراد خانہ کے جو مدد کے لئے تیار تھے یہ بزرگ دوست خود گھر کے اندر سے کھانے پینے کی اشیاء ایک ایک کر کے لاتے اور بہت محبت سے پیش کرتے تھے۔ اس دوران ان کے محبت بھرے کلمات اور عزت و تکریم کا انداز ان کی قلبی محبت کا آئینہ دار تھا۔ بار بار خوشی کا اظہار کرتے اور کھانے پینے کا اصرار کرتے تھے۔

مہمان نوازی کا زور ذرا دھیما پڑا تو باتیں شروع ہوئیں۔ عبد اللہ صاحب نے جماعت کے احوال بیان کئے اور کچھ امور اس معمر بزرگ نے بیان کئے۔ دوران گفتگو میں نے ان سے دریافت کیا کہ آپ کو جماعت احمدیہ سے کب سے تعارف ہے۔ اس پر جو جواب انہوں نے دیا وہ سن کر میں بھی اور عبد اللہ صاحب بھی حیرت میں ڈوب گئے۔ انہوں نے کہا کہ میں تو جماعت احمدیہ کو بہت پرانے وقتوں سے جانتا ہوں۔ میں بیت بھی کئی بار گیا ہوں اور پھر کہا کہ میں السید مولانا ابوالعطاء سے بھی ملا ہوں وہ یہاں جماعت کے مربی تھے اور بہت بڑے عالم تھے۔ اچانک یہ ذکر سن کر ہم دونوں بہت حیران بھی ہوئے اور خوش بھی اور جب عبد اللہ صاحب نے انہیں بتایا کہ میں ان کا بیٹا ہوں تو اس وقت ان کی حالت دیکھنے والی تھی۔ فرطِ محبت سے اٹھ کر مجھے گلے لگا لیا اور بہت ہی گرمجوشی سے ملے۔ مجھے اس وقت حضرت ابا جان کی یاد نے بے قابو کر دیا۔ اللہ تعالیٰ کا کتنا بڑا احسان ہے کہ ان کی محبت بھری یادیں آج بھی زندہ ہیں۔ ان کی قربانیاں آج بھی زندہ ہیں۔ ان کا نیک تذکرہ آج بھی جاری و ساری ہے۔

حیفا جماعت کے موسیٰ بن عبد القادر صاحب نے ایک بار لندن میں مجھ سے ذکر کیا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے حضرت ابا جان کے مناظرات کے نتیجہ میں سارے فلسطین میں آپ کی اتنی علمی دھاک بیٹھی ہوئی تھی کہ مخالف علماء انہیں سامنے سے آتا دیکھ کر اکثر اپنا راستہ تبدیل کر لیا کرتے تھے اور اس طرز عمل سے وہ آپ کی علمی برتری اور فوقیت کا اعتراف کرتے تھے۔

رسالہ الفرقان کی مقبولیت

رسالہ الفرقان اپنی مقبولیت اور اہمیت کے لحاظ سے جماعت کی صحافتی تاریخ میں ایک غیر معمولی مرتبہ رکھتا ہے اور آج بھی لوگ اس رسالہ کو یاد کرتے ہیں۔ اس کی ایک وجہ حضرت ابا جان کی اپنی ہمہ گیر اور مشہور و معروف شخصیت بھی ہو سکتی ہے مگر الفرقان کی مقبولیت کی اصل وجہ اس کا علمی معیار تھا۔ یہی وجہ تھی کہ الفرقان نہ صرف جماعت میں مقبول ترین ماہنامہ تھا بلکہ غیر از جماعت علمی اور مذہبی حلقوں میں بھی اس کو خوب شہرت اور مقبولیت حاصل تھی۔ اس سلسلہ میں اپنا ایک ذاتی تجربہ قارئین کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔

غالباً 1967ء یا 1968ء کی بات ہے کہ مجھے وقف عارضی کرنے کی توفیق ملی۔ محترم سید میر محمود احمد صاحب ناصر اور مکرم ملک فاروق احمد صاحب کھوکھر کے ہمراہ میں نے یہ عرصہ کوہِ مری میں گزارا۔ ایک دن خیال آیا کہ اس علاقہ میں پیر صاحب موہڑہ شریف کا مرکز بھی دیکھا جائے۔ چنانچہ ہم راستہ پوچھتے پچھاتے منزل تک پہنچ گئے۔ یہ مرکز مری کے نواح میں پہاڑوں کے دامن میں بہت گہری جگہ پر واقع تھا۔ کافی لمبا سفر طے کر کے ہم وہاں پہنچے تو مرکز کے کارکنان نے ہمارا پرتپاک استقبال کیا۔ ہم نے کہا کہ ہماری خواہش ہے کہ اگر ممکن ہو تو ہم کچھ دیر کے لئے پیر صاحب سے ملنا چاہتے ہیں۔ چند منٹ میں ہم تینوں پیر صاحب کے ملاقات کے کمرہ میں تھے۔ وہ ایک فرشی قالین پر گدی پر بیٹھے تھے۔ درمیانی عمر، وجیہہ صورت، تعلیم یافتہ اور کھلے ذہن کے مالک تھے۔ بہت اچھے ماحول میں بات چیت ہوئی۔ ہم نے اپنا تعارف کروایا تو بہت خوش ہوئے اور بتایا کہ وہ احمدیت سے خوب متعارف ہیں۔ یہ ذکر کرتے ہوئے انہوں نے اپنے قالین کا ایک کونا اٹھایا تو اس کے **نیچے الفضل اور الفرقان کے تازہ شمارے تھے۔ انہوں نے بتایا کہ یہ دونوں جرائد ان کے پاس باقاعدہ آتے ہیں** اور وہ بڑے شوق سے ان کا مطالعہ کرتے ہیں۔ ساتھ ہی کہنے لگے کہ میں ان جرائد کو قالین کے نیچے رکھتا ہوں تاکہ باقی دوستوں کی نظر نہ پڑ سکے۔

☆............☆............☆

شذرات۔اخبارات ورسائل کے مفید اقتباسات

مذہب کے نام پر خونریزی

سلیم صافی اپنے کالم جرگہ میں لکھتے ہیں۔

مذہب انسانوں کو جوڑتا ہے لیکن اس کو صحیح معنوں میں اپنانے کے بجائے اگر ذاتی، سیاسی یا نسلی مقاصد کے لئے استعمال کیا جائے تو وہ انہیں توڑنے کا ذریعہ بن جاتا ہے۔ ہمارا دین سلامتی کا دین اور امن کا راستہ ہے لیکن اگر اسے مذکورہ مقاصد کے لئے استعمال کیا جائے تو خونریزی کا موجب بن جاتا ہے۔

محترم افتخار عارف صاحب نے اس صورتحال کوایک شعر میں بڑی خوبصورتی کے ساتھ یوں بیان کیا کہ

رحمت سید لولاکؐ پہ کامل ایمان
امت سید لولاکؐ سے خوف آتا ہے

بدقسمتی سے برصغیر اور پاکستان میں مذہب کا یہ استعمال سالوں سے بدرجہ اتم جاری ہے۔ بعض پاکستانیوں کے لئے یہ وسیلۂ روزگار ہے۔ بعض کے لئے یہ شہرت اور اختیار کمانے کا ذریعہ ہے۔ بعض اس کے ذریعے اپنا رعب بٹھاتے ہیں تو بعض نے اسے اپنے سیاسی اور نظریاتی مخالفین کی زبان بندی کا ہتھیار بنا لیا ہے۔ ذوالفقار علی بھٹو سے لے کر جنرل ضیاء الحق تک اور مذہبی سیاسی جماعتوں سے لے کر فرقہ پرست اور مسلکی جماعتوں تک، نہایت بیدردی اور سفاکی کے ساتھ مذہب کو سیاسی مقاصد کیلئے استعمال کیا گیا اور جارہا ہے۔ کسی شاعر نے اس صورتحال کا نقشہ کچھ یوں کھینچا ہے کہ:

ذہنوں میں ان کے بت ہیں عقائد کے نام پر
کہتے ہیں اپنے آپ کو جو لوگ خدا پرست

پاکستان اسلام کے نام پر بنا لیکن یہ مقدس دین سب سے زیادہ اس ملک میں مظلوم ہے۔ یہاں قرآن فریادی ہے اور کسی نے اس کے ساتھ ہمارے سلوک ملاحظہ کرنا ہو تو ماہر القادری کی نظام ''قرآن کی فریاد'' ملاحظہ کرلیں۔ یہاں شریعت کے لفظ کا سب سے زیادہ تذکرہ ہوتا ہے لیکن ہماری اجتماعی زندگی میں شریعت کہیں نظر نہیں آتی۔ جس کی وجہ سے یہاں اسلام کے نام پر بننے والا عالم اسلام کی ''امیدوں کا یہ مرکز'' دہشت ستان بن گیا ہے۔ یہاں مسجد محفوظ ہے اور نہ امام بارگاہ، یہاں عالم کو جینے کا حق دیا جاتا ہے اور نہ فنون لطیفہ سے وابستہ صاحبان فن کو۔ مسلمان مسلمان کو مار رہا ہے۔ کفر اور ارتداد کے فتووں کی اس قدر بھرمار ہے کہ ہر کوئی دوسرے کے ایمان کے بارے میں شک میں مبتلا ہوگیا ہے۔ اس ملک میں آج دین کے بنیادی احکامات اور مسلمان کے بارے میں بھی کنفیوژن بڑھ گیا ہے۔ باوجود اس کے کہ یہاں پر اسلامی نظریاتی کونسل بھی موجود ہے اور وفاقی شرعی عدالت بھی، دین سے متعلق بنیادی سوالات کا جواب دینے سے ریاست گریزاں ہے............

اس مجوزہ وسیع علمی اور مذہبی فورم کے سامنے جو سوالات رکھے جائیں، ان میں چند نمونے کے سوالات یہ ہوسکتے ہیں کہ فتویٰ دینے کا اختیار کس کے پاس ہونا چاہئے؟ ریاستی اختیار کے بغیر جو لوگ کسی کو کافر یا مرتد قرار دے دیں، اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ شہید کون ہے اور ہلاک کون ہے؟ امت کے تصور کے تقاضے کیا ہیں اور پاکستانی ریاست کا شہری ہونے سے کیا فرائض عائد ہوتے ہیں کیا مسلک اور فقہ کی بنیاد پر سیاست کی اجازت ہونی چاہئے یا نہیں؟ کس حد تک پاکستانی ریاست اور اس کی حکومت کی اطاعت جائز ہے اور کہاں پر بغاوت جائز یا فرض ہوجاتی ہے، وغیرہ وغیرہ۔ اسی طرح یہ فورم لاؤڈ اسپیکر کے استعمال، مدارس کے نصاب، مساجد کے انتظام اور اس نوع کی دیگر چیزوں سے متعلق بھی ضابطہ اخلاق وضع کرے۔ فرقہ وارانہ لٹریچر اور تقاریر سے متعلق اصول وقواعد بھی یہ فورم وضع کرے۔ پاکستان جیسے ملک میں تو شاید جمعہ کے خطبہ کا اختیار ریاست کو دینا مشکل ہو لیکن ابتدائی طور پر اگر یہی فورم سال بھر کے لئے خطبے لکھ کر خطیبوں کے حوالے کردے تو بہت اچھا ہو گا۔ یہ کمیٹی رمضان المبارک، محرم اور ربیع الاول جیسی مذہبی تقریبات کو منانے کے لئے اصول و ضوابط وضع کرے۔ یہ چند نمونے کے سوالات تھے اور چند نمونے کی تجاویز ہیں لیکن پارلیمنٹ یا کوئی اور فورم اس طرح کے سوالات اور تجاویز کو مربوط اور جامع شکل میں اسلامی نظریاتی کونسل اور اس کے ذریعے اس وسیع فورم کے سامنے رکھ سکتی ہے۔

(روزنامہ جنگ 26 نومبر 2013ء)

آیئے پاکستان کا نوبیل انعام سیلی بریٹ کریں

ریاض احمد سید اپنے کالم سفارت نامہ میں آیئے پاکستان کا نوبیل انعام سیلی بریٹ کریں کے عنوان سے لکھتے ہیں۔

اس وقت تک ہم پاکستان کے ایک اور فرزند کا ذکر کرلیں جس نے اس ملک وملت کے لئے پہلے اور تاحال آخری نوبیل انعام کا اعزاز آج سے ٹھیک 44 برس پہلے حاصل کیا تھا اور جسے دنیا سے رخصت ہوئے بھی 17 برس بیت چکے۔

پاکستان اس کے لئے آپ کا بہت مشکور ہے ''نوبیل فاؤنڈیشن کی تاریخ میں اردو کا یہ جملہ پہلی اور تاحال آخری بار 10 دسمبر 1979ء کو بولا اور سنا گیا۔ اسٹاک ہوم میں نوبل انعامات کی تقسیم کی تقریب میں یہ جملہ ایک پاکستانی کی زبان سے ادا ہوا جو اس سال کے لئے فزکس کا نوبیل ایوارڈ لینے آیا تھا۔ ایک قدآور اور باوقار شخص جس نے شلوار قمیص کے اوپر شیروانی اور سر پر طرے والی پگڑی باندھی ہوئی تھی تاکہ اس کی پاکستانیت میں کوئی کسر نہ رہ جائے۔ اپنے لباس اور قومی زبان کو عزت بخشنے والا وہ شخص پاکستان کا واحد نوبیل انعام یافتہ سائنسدان ڈاکٹر عبدالسلام تھا۔

جھنگ سے تعلق رکھنے والے عبدالسلام کا تعلیمی ریکارڈ ابتدا ہی سے لاجواب تھا۔ 14 برس کی عمر میں میٹرک اس شان سے کیا کہ اگلے پچھلے تمام ریکارڈ توڑ ڈالے۔ طبیعت میں تیزی کا یہ عالم کہ گھر بیٹھ کر انتظار مشکل لگا تو سائیکل پر جھنگ سے لاہور پہنچے اور نتیجہ معلوم کرکے سائیکل پر ہی واپس آئے۔ مزید تعلیم کے لئے گورنمنٹ کالج لاہور چلے گئے۔ یہاں سے 1946ء میں ریاضی میں ایم اے کیا۔ اعلیٰ تعلیم کے لئے یورپ جانا چاہتے تھے لیکن کوئی راہ نظر نہیں آتی تھی پھر اچانک ایک معجزہ ہوگیا۔ راہیں خود بخود کھلتی گئیں۔ کیمبرج میں داخلہ بھی ہوگیا اور سکالرشپ بھی مل گئی۔ 1951ء میں ریاضی میں ڈاکٹریٹ کرکے لوٹے اور گورنمنٹ کالج لاہور میں پڑھانا شروع کردیا۔ اگلے ہی برس پنجاب یونیورسٹی میں شعبہ ریاضی کے سربراہ بن کر چلے گئے اور روٹین کی زندگی شروع ہوگئی مگر وہ تو ریسرچ کرنا چاہتے تھے، فزکس کا ایک تحقیقی ادارہ بنانا چاہتے تھے لیکن حالات سازگار نہیں تھے۔ وائس چانسلر سے بات کی تو بولے، نیا نیا پاکستان بنا ہے، وسائل کی کمی ہے، ریسرچ وغیرہ بھول جاؤ، معمول کے پیریڈ لو اور عیش کرو مگر ڈاکٹر صاحب کو اس قسم کی عیش پسند نہ تھی۔ وہ تو ملک میں سائنس اور ریسرچ کے کلچر کو فروغ دینا چاہتے تھے چنانچہ کیمبرج لوٹ گئے۔ 1957ء میں پروفیسر ہوکر لندن کے امپیرل کالج میں چلے گئے جہاں انٹرنیشنل سینٹر فار تھیوریٹیکل فزکس کی منصوبہ بندی کی۔ اکثر کہا کرتے تھے کہ مستقبل سائنسی تحقیق کا ہے۔ ترقی یافتہ سے کہیں زیادہ ترقی پذیر ممالک کو سائنس دانوں اور محققین کی ضرورت ہے مگر افسوس ان کی حکومتیں اور جامعات اس سلسلے میں مجرمانہ چشم پوشی سے کام لے رہی ہیں جس کا انجام اچھا نہیں ہوگا۔ ڈاکٹر عبدالسلام مجرد (Abstract) تحقیق کے حق میں نہیں تھے جس کے لئے وہ تحقیق برائے تحقیق کی اصطلاح استعمال کرتے اور اسے تضیع اوقات شمار کرتے۔ وہ تحقیق برائے ترقی کے علمبردار تھے اور کہا کرتے تھے کہ سائنسی تحقیق کو صنعتی ترقی کے فروغ میں معاون ہونا چاہئے۔

1979ء میں ڈاکٹر صاحب سے ملاقات کا موقع ملا۔ ابھی انہیں نوبیل انعام نہیں ملا تھا اور حکومت پاکستان کے چیف سائنٹیفک ایڈوائزر کی حیثیت سے قائد اعظم یونیورسٹی کے فزکس ڈیپارٹمنٹ کی ایک تقریب میں تشریف لائے تھے۔

ان کے خطاب میں سائنس اور ٹیکنالوجی کی باتیں بھی تھیں اور ایک محبّ وطن پاکستانی کی تڑپ بھی۔ نہایت دلسوزی سے کہا تھا کہ پاکستان ایک بڑا ملک ہے، سات کروڑ کی آبادی ہے مگر فزکس کو سمجھنے والے صرف 50 لوگ ہیں۔ وہی جامعات میں ہیں، وہی انجینئرنگ کالجوں میں اور انہیں کے دم سے تحقیقی اور تکنیکی اداروں میں رونق ہے۔ ایسے میں ہم ٹیکنالوجی میں کیسے آگے جاسکتے ہیں؟ **راقم کے اس سوال پر کہ زندگی کی سب سے بڑی خواہش کیا ہے کہا'' پاکستان میں ریسرچ کلچر دیکھنا چاہتا ہوں''** بے شک وطن عزیز کے لئے ڈاکٹر صاحب کی خدمات بہت نمایاں ہیں۔ وہ پاکستان اٹامک انرجی کمیشن اور سائنٹیفک کمیشن آف پاکستان کے رکن رہے اور صدر پاکستان کے وید سائنٹیفک ایڈوائزر کے طور پر بھی کام کیا مگر بوجوہ وطن عزیز میں انہیں ان کا حقیقی مقام نہ مل سکا۔ سائنسی تحقیق میں بانجھ ملک نے بین الاقوامی سطح کا صرف ایک ہی شخص پیدا کیا تھا، اسے بھی کھل کر اون Own نہ کرسکے۔ مذہب وعقیدہ کسی بھی شخص کا ذاتی فعل ہے مگر اس ملک کا شہری اور پاکستانی ہونے کے ناطے سب برابر ہیں۔ الحمدللہ مذہب کے معاملے میں ہم تنگ دل بھی ہرگز نہیں اور اس فراخی اور وسعت کا درس ہمیں اللہ اور اس کے رسول اللہ ﷺ نے دیا ہے......

ڈاکٹر عبدالسلام کے ساتھ کچھ زیادتی ضرور ہوئی مگر الحمدللہ قوم کو بروقت احساس ہوگیا کہ وہ وطن عزیز کے واحد نوبیل انعام یافتہ سائنسدان ہیں اور ایسے لوگ روز بروز پیدا نہیں ہوتے۔ گورنمنٹ کالج (یونیورسٹی) لاہور سے منسلک عبدالسلام سکول آف میتھ میٹیکل سائنسز بے شک موصوف کے نام اور کام پر اظہار افتخار کی ہی ایک شکل ہے۔ 2003ء میں حکومت پنجاب کے قائم کردہ اس ادارے میں ریاضیاتی علوم کے حوالے سے اعلیٰ پائے کی تدریس وتحقیق کا انتظام کیا گیا ہے جہاں کے فارغ التحصیل

پی ایچ ڈی اور پوسٹ پی ایچ ڈی سکالرز ملکی ہی نہیں بین الاقوامی سطح پر بھی اپنے آپ کو منوا رہے ہیں۔ ریاضیاتی علوم میں عالمی سطح پر ہونے والی تحقیقی پیشرفت سے باخبر رہنے کے لئے ادارہ میں 21st Century Mathmatics کی تفہیم پر بین الاقوامی کانفرنسز کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ ہر سال ریاضی کے مضمون میں دلچسپی رکھنے والے گیارہویں جماعت تک کے طلباء و طالبات کے لئے قومی سطح کے مقابلے کا انعقاد بھی کیا جاتا ہے جسے نیشنل میتھ میٹکل اولمپیئڈ کا نام دیا گیا ہے اور اب تک اس سلسلے کے دس مقابلے کرائے جا چکے ہیں۔ منتخب ہونے والوں کے لئے خصوصی کیمپ کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ جہاں ریاضی کے نامور اساتذہ ان کی صلاحیتوں کو مزید نکھارتے ہیں۔ ٹاپ ٹین کو ادارے کی طرف سے سرٹیفیکیٹ اور انعامات سے نوازا جاتا ہے اور بیسٹ آف دی بیسٹ کو میتھ میٹکس کے عالمی اولمپیئڈ میں بھیجا جاتا ہے۔ عالمی شہرت یافتہ جامعات جہاں سے بعض خوش نصیبوں کو سکالرشپ اور فیلوشپ کے ساتھ اپنے ہاں داخلہ کے لئے چُن لیتی ہیں۔ ریاضی کے عالمی اولمپیئڈ میں ہمارے دو طلبہ 2007ء میں پہلی اور 2009ء میں دوسری پوزیشن حاصل کر چکے ہیں۔ وطن عزیز کے واحد نوبیل انعام یافتہ سپوت کو پنجاب حکومت کا یہ خراج تحسین لائق ستائش ہے جبکہ مرحوم کا ''پاکستان میں سائنٹیفک کلچر'' کا خواب ہنوز تشنہ تعبیر ہے اور اس پر قومی سطح پر پیشرفت کی ضرورت ہے۔

(روزنامہ جنگ لاہور 19 نومبر 2013ء)

☆..........☆..........☆

مکرم غلام مصباح بلوچ صاحب

حضرت سیدنا نادر علی شاہ صاحب چوآسیدن شاہ

ضلع چکوال رفیق حضرت مسیح موعود

حضرت سیدنا نادر علی شاہ صاحب ولد مکرم سید احمد شاہ صاحب ضلع چکوال کے شہر چوآسیدن شاہ کے رؤساء میں سے تھے۔ آپ نے 1907ء میں قبول احمدیت کی توفیق پائی، آپ کی بیعت کا اندراج اخبار بدر میں ''سلسلہ حقہ کے نئے ممبر'' کے تحت ''نادر علی شاہ صاحب سب رجسٹرار چکوال'' درج ہے۔

(بدر 23/مئی 1907ء صفحہ 11 کالم 6)

یہ (غالبًا) آپ کی تحریری بیعت تھی، اس کے بعد اسی سال ستمبر کے مہینے میں آپ قادیان حاضر ہوئے اور حضرت اقدس مسیح موعود کی زیارت و دستی بیعت کا شرف حاصل کیا۔ حضرت اقدس کی خدمت میں آپ کی اس حاضری اور بیعت کا ذکر ملفوظات جلد پنجم میں محفوظ ہے جہاں 14/ستمبر 1907ء بوقت ظہر کی ڈائری میں تحریر ہے:

''سید نادر علی شاہ صاحب سب رجسٹرار رئیس چکوال کے بیعت کر لینے کے بعد ذکر امراض پر فرمایا:

''قبرستان میں جتنے لوگ دفنائے ہوئے دکھائی دیتے ہیں اصل میں یہ سب طبیبوں کی غلطیوں کا ہی نتیجہ ہیں، بہت کم لوگ ہوں گے جو عمر طبعی کو پہنچے ہوں....''

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ 278)

اسی مجلس میں حضرت اقدس نے ستاروں کے ٹوٹنے اور آئندہ زلازل اور طاعون جیسے نشانات کا ذکر فرمایا جس پر حضرت سیدنا نادر علی شاہ صاحب نے عرض کی کہ ایسے موقعہ پر کیا کرنا چاہئے؟ حضور نے جواباً فرمایا:

''توبہ استغفار کرنی چاہئے، بغیر توبہ استغفار کے انسان کر ہی کیا سکتا ہے۔ سب نبیوں نے یہی کہا ہے کہ اگر توبہ استغفار کرو گے تو خدا بخش دے گا۔ سو نمازیں پڑھو اور آئندہ گناہوں سے بچنے کے لئے خدا تعالیٰ سے مدد چاہو اور پچھلے گناہوں کی معافی مانگو اور بار بار استغفار کرو تاکہ جو قوت گناہ کی انسان کی فطرت میں ہے وہ ظہور میں نہ آوے.....''

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ 281)

حضرت سیدنا نادر علی شاہ صاحب بہت ہی مخلص وجود تھے۔ جنوری 1914ء کے اواخر میں حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب حضرت خلیفۃ المسیح الاول کی اجازت سے سفر چکوال پر تشریف لے گئے اور اس علاقے کی چند جماعتوں کا دورہ بھی فرمایا جس میں چوآسیدن شاہ بھی شامل تھا، حضرت صاحبزادہ صاحب کی آمد پر حضرت سید نادر علی شاہ صاحب نے مہمان نوازی کا شرف حاصل کیا۔ اس سفر کا مختصر احوال حضرت مفتی فضل الرحمٰن صاحب نے اخبار الفضل میں رپورٹ کیا ہے جس میں وہ لکھتے ہیں:

''آخر میں اگر جماعت چکوال اور بابو غلام حیدر خان رئیس چک نورنگ اور سید نادر علی شاہ صاحب رئیس چوہان اور مستری الٰہ دین صاحب ساکن جہلم کی مہمان نوازی اور حسن انتظام کا شکریہ ادا نہ کروں تو کفران نعمت ہوگا۔ ان کی اس مہمان نوازی سے ان کا دلی جوش ٹپک رہا تھا جو ان لوگوں کو حضرت صاحبزادہ صاحب کی تشریف آوری کی وجہ سے محبت قلبی دلا رہی تھی۔ میں ان سب لوگوں کا تمام ہمراہیان اور صاحبزادہ صاحب کی طرف سے شکریہ ادا کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے دلوں میں بیش از بیش محبت سلسلہ حقہ کی ڈالے اور سعادت دارین نصیب فرمائے۔''

اسی موقع پر حضرت سید نادر علی شاہ صاحب کے داماد مکرم سید غلام شاہ صاحب کی ایک خواب کا ذکر کرتے ہوئے لکھا:

''میں نے آج سے چار پانچ ماہ پہلے ایک خواب دیکھا تھا کہ حضرت مسیح موعود میرے بڑے گھوڑے پر سوار ہوئے ہیں چنانچہ انہوں نے اس موقع پر صاحبزادہ صاحب کو اس پر سوار کرا کر اپنے خواب کو پورا کیا۔ اس نوجوان اور اس کے چھوٹے بھائی رکن شاہ علاقہ دار اور سید اللہ دتہ شاہ نمبردار چوہان کے دلوں میں جو جوش و محبت میں نے دیکھا وہ قابل تعریف ہے، اللہ تعالیٰ ان کو استقامت عطا فرمائے۔''

(الفضل 11/فروری 1914ء صفحہ 12)

حضرت سید نادر علی صاحب ساری زندگی خلافت کے ساتھ وابستہ رہے۔ 1934ء میں آپ نے نظام وصیت میں شمولیت اختیار کی، ابھی آپ کی وصیت منظوری کے مراحل میں تھی کہ آپ 10 جنوری 1935ء کو تقریباً 75 سال کی عمر میں چکوال میں ہی وفات پا گئے چونکہ آپ کی وصیت کی منظوری کی کوئی اطلاع ابھی تک نہیں آئی تھی لہٰذا آپ کے خاندان والوں نے آپ کو چکوال میں ہی دفنا دیا لیکن اخبار ''زمیندار'' میں چکوال کے کسی شخص نے احمدیہ دشمنی کی بنا پر آپ کی وفات پر ''نشانات مرزا کی حقیقت'' کی سرخی کے تحت حضور کے الہام ''آہ نادر شاہ کہاں گیا'' کے حوالہ سے بعض خلاف حقیقت باتیں شائع کیں۔ اس متعصب شخص کے اس رویہ پر افسوس کرتے اخبار الفضل میں چکوال کے ہی ایک احمدی دوست محترم محمد عبداللہ صاحب نے ''سید نادر علی صاحب کا انتقال۔ اخبار ''زمیندار'' کی غلط بیانیوں کی تردید'' کے عنوان سے جواباً لکھا:

''زمیندار'' 13 جنوری 1935ء میں کسی یکے از باشندگان تحصیل چکوال نے زیر عنوان ''نشانات مرزا کی حقیقت'' نہایت نازیبا الفاظ میں دروغ گوئی سے کام لیا ہے، اصل واقعات درج کئے جاتے ہیں۔

(1) حضرت مسیح موعود کے الہام ''آہ نادر شاہ کہاں گیا'' پر بے جا طعنہ زنی کے لئے ایک احمدی سید نادر علی صاحب کی وفات کا ذکر کیا گیا ہے حالانکہ اس علاقہ میں سب لوگ جانتے ہیں کہ ان کا اصل نام (سید) نادر علی تھا، آپ ہمیشہ اسی نام سے دستخط کیا کرتے اور مختلف کاغذات میں بھی یہی درج ہے۔

(2) موضع چوہارہ اس علاقہ میں کوئی جگہ نہیں ہاں چوہان ایک گاؤں ہے جہاں سید نادر علی صاحب رہتے تھے۔

(3) وصیت کے متعلق صحیح واقعہ یہ ہے کہ شاہ صاحب مرحوم نے اپنی وفات سے قریباً ایک ماہ قبل وصیت لکھی جو میری موجودگی اور گواہی سے تحریر ہوئی۔ عام حالات میں وصیت کی منظوری کے لئے دفاتر سلسلہ میں تین ماہ کا عرصہ درکار ہوتا ہے۔ چنانچہ شاہ صاحب کے کاغذات بھی ابھی تک زیر غور ہی ہیں کہ آپ رحلت کر گئے لہٰذا یہ بالکل غلط ہے کہ ان کے صاحبزادے نے وصیت کی پرواہ نہ کی۔ وہ جب تکمیل کو پہنچی ہی نہیں تھی تو اس پر عمل کس طرح کیا جاتا۔

میں خود شاہ صاحب مرحوم کی تدفین کے موقعہ پر موضع چوہان میں گیا اور میں نے ان کے صاحبزادہ سید محمد لطیف صاحب سے دریافت کیا تو انھوں نے باوجود احمدی نہ ہونے کے بڑے کھلے دل سے اور کئی لوگوں کی حاضری میں فرمایا کہ چونکہ والد صاحب کی وصیت کا معاملہ ابھی زیر غور ہے لہٰذا اس نے اس جگہ ابھی امانتاً ان کو دفن کیا ہے۔ چنانچہ انہوں نے میت کو صندوق میں بند کر کے سپرد خاک کیا تاکہ اگر وصیت منظور ہوگئی تو میت نکال کر قادیان پہنچائی جا سکے بلکہ یہ بھی کہا کہ ان کا جو بقایا روپیہ ایک ہزار بمد وصیت قابل ادا ہے ان شاءاللہ وہ بھی دیا جائے گا اور دیگر تمام ہدایات پر بھی ان شاءاللہ من وعن عمل کیا جائے گا جو وہ اپنی نوٹ بک میں درج کر گئے ہیں۔

(4) شاہ صاحب مرحوم کے صاحبزادے کے متعلق ظاہر کیا گیا ہے کہ گویا وہ سلسلہ احمدیہ کی روایات اور اپنے والد کی وصیت کی پرواہ نہیں کرتے حالانکہ میرے سامنے انہوں نے جماعت احمدیہ بھیرہ کی بے حد تعریف کی کہ انہوں نے ہر طرح اس موقعہ پر پوری پوری امداد کی بلکہ یہاں تک کہا کہ میں ان کا بہت ہی مرہون منت ہوں''۔

(الفضل 10 فروری 1935ء صفحہ 9)

مؤثر نصیحت

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاول نے 1912ء میں ایک خطاب میں تمباکو نوشی چھوڑنے کی پُرزور تلقین فرمائی۔ (الحکم 28 فروری 1912ء ص6)

حضور کی یہ نصیحت نہایت مؤثر اور کارگر ثابت ہوئی۔ اخبار الحکم لکھتا ہے۔

بہت سے آدمیوں نے حقہ نوشی سے توبہ کر لی اور حقے ٹوٹ گئے۔ مدرسہ کے طالب علموں میں سے جو سگریٹ نوشی کے عادی تھے۔ وہ اپنی توبہ کی درخواستیں پے در پے بھیج رہے ہیں۔ بعض کو اس قبیح عادت کے ترک سے تکلیف بھی ہوئی ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح نے ان کے لئے ایک نسخہ تجویز کیا ہوا ہے۔ میں اسے اس افادہ عام کے لئے درج کر دیتا ہوں۔

فرمایا کہ جب حقہ کی خواہش پیدا ہو تو چند کالی مرچیں منہ میں رکھ لو اس سے یہ تکلیف جاتی رہے گی۔ بہرحال یہ خدا کے فضل کی بات ہے کہ یہ بلا ہمارے مدرسہ سے رخصت ہونے کو ہے بلکہ ہو چکی ہے۔ (الحکم 14 فروری 1912ء ص8)

اطلاعات و اعلانات

نوٹ: اعلانات صدر/امیر صاحب حلقہ کی تصدیق کے ساتھ آنا ضروری ہیں۔

تقریب آمین

مکرم رانا فاروق احمد صاحب مربی سلسلہ نظارت دعوت الی اللہ تحریر کرتے ہیں۔

خاکسار کے نواسے عطاء الوہاب قریشی ابن مکرم عبدالحلیم قریشی صاحب نے محض خدا تعالیٰ کے فضل سے پانچ سال کی عمر میں قرآن کریم ناظرہ کا پہلا دور مکمل کرلیا ہے۔ مورخہ 23/اگست 2014ء کو بچے کے دادا مکرم امتیاز علی قریشی صاحب نے تقریب آمین کا اہتمام کیا۔ بچہ مکرم قریشی افتخار علی صاحب سابق وکیل المال ثالث و نائب صدر مجلس تحریک جدید کی نسل سے ہے۔ تقریب کے اختتام پر بچے کے پڑنانا مکرم رانا محمد نواز صاحب کاٹھگڑھی نے دعا کروائی۔ احباب سے دعا کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ بچوں کو ہر بلاء سے محفوظ و مامون رکھے۔ قرآن کریم کی حکومت کے تابع زندگی گزارنے والا ہو۔ بچوں کی والدہ نے عزیزم کو پہلا دور مکمل کروایا اللہ تعالیٰ اجر عظیم سے نوازے۔ آمین

تقریب آمین

مکرم عامر شہزاد عادل صاحب معلم سلسلہ سادھوکی ضلع گوجرانوالہ تحریر کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ جماعت احمدیہ سادھوکی ضلع گوجرانوالہ کے دو اطفال غلام مصطفیٰ بعمر 13 سال اور عثمان علی بعمر 12 سال پسران مکرم غلام مرتضیٰ صاحب نے قرآن کریم ناظرہ کا پہلا دور مکمل کرلیا ہے۔ مورخہ 17 ستمبر 2014ء کو احمدیہ بیت الذکر سادھوکی میں نماز مغرب کے بعد ان کی تقریب آمین منعقد ہوئی۔ مکرم عطاء المنان قمر صاحب انسپکٹر تربیت وقف جدید نے بچوں سے قرآن کریم سنا اور مکرم غفور احمد بھٹی صاحب صدر جماعت سادھوکی نے دعا کروائی۔ احباب جماعت سے درخواست دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان بچوں اور ہم سب کو قرآن کریم پڑھنے اور اس کے معارف کو سمجھنے اور اس کی تعلیمات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

درخواست دعا

مکرم مرزا ظفر اقبال صاحب مسعود آباد ضلع فیصل آباد تحریر کرتے ہیں۔

خاکسار کے بہنوئی مکرم عبدالشکور صاحب صدر حلقہ گلبرگ لاہور کی ٹانگ ایکسیڈنٹ میں ٹوٹ گئی ہے۔ شیخ زاید ہسپتال لاہور میں آپریشن سے راڈ ڈالے گئے ہیں۔ ان کی مکمل اور جلد صحت یابی کیلئے احباب سے درخواست دعا ہے۔

درخواست دعا

مکرم مظفر احمد درانی صاحب مربی سلسلہ تحریر کرتے ہیں۔

میری ہمشیرہ مکرمہ کوثر پروین صاحبہ اہلیہ مکرم ملک مسعود احمد صاحب انڈونیشیا کینسر کے مرض میں مبتلا ہیں۔ سخت تکلیف میں ہیں۔ احباب سے کامل شفایابی کیلئے دعا کی درخواست ہے۔

ولادت

مکرمہ فضیلت افزاء صاحبہ اہلیہ مکرم چوہدری مسعود احمد صاحب باب الابواب شرقی ربوہ اطلاع دیتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے میرے چھوٹے بیٹے مکرم عدنان ابراہیم صاحب و بہو مکرمہ تنزیلہ عدنان صاحبہ کو مورخہ 2 مارچ 2014ء کو پہلے بیٹے سے نوازا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے بچے کو وقف نو کی بابرکت تحریک میں شامل کرتے ہوئے توصیف احمد نام عطا فرمایا ہے۔ جو مکرم رانا محمد علی صاحب آف کوٹ عبدالمالک ضلع شیخوپورہ کا نواسہ ہے۔

اسی طرح بڑے بیٹے مکرم سفیان ابراہیم صاحب و بہو مکرمہ خدیجہ فوزیہ صاحبہ کو اللہ تعالیٰ نے مورخہ 10/اپریل 2014ء کو بیٹے اور بیٹی کے بعد بیٹی عطا فرمائی ہے۔ جس کا نام یسریٰ سفیان تجویز ہوا ہے جو مکرم ڈاکٹر قدرت اللہ صاحب مرحوم آف بھائی والا ضلع فیصل آباد کی نواسی ہے۔

اسی طرح میری بیٹی مکرمہ عشرت فیض صاحبہ اہلیہ مکرم رانا فیض الرحمٰن صاحب آف پیرمحل ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ کو اللہ تعالیٰ نے 2 جون 2014ء کو تین بیٹوں کے بعد بیٹی عطا فرمائی ہے۔ بچی کا نام مطاہرہ محمودہ تجویز ہوا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے وقف نو کی عظیم الشان تحریک میں شمولیت کی منظوری عطا فرمائی ہے۔ جو مکرم رانا حبیب الرحمٰن صاحب پیرمحل ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ کی پوتی ہے۔ احباب سے درخواست دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ نومولودگان کو باعمر کرے، ماں باپ کی آنکھوں کی ٹھنڈک اور جماعت کیلئے بابرکت وجود بنائے۔ آمین

سانحہ ارتحال

مکرم حافظ محمد ابراہیم عابد صاحب جنرل سیکرٹری مجلس نابینا ربوہ تحریر کرتے ہیں۔

مکرم محمد الیاس اکبر صاحب سیکرٹری نشر و اشاعت مجلس نابینا ربوہ ولد مکرم مستری محمد یوسف صاحب مرحوم دارالنصر غربی اقبال ربوہ مورخہ 8 ستمبر 2014ء کو مختصر علالت کے بعد وفات پا گئے۔ 9 ستمبر کو خاکسار نے نماز جنازہ پڑھائی اور قبرستان عام میں تدفین کے بعد خاکسار نے ہی دعا کروائی۔ مرحوم کئی خوبیوں کے مالک تھے۔ میٹرک کے بعد نظر خراب ہوگئی اور نابینا ہوگئے۔ لیکن پھر بھی بی اے کیا۔ آپ کا حافظہ بہت اعلیٰ تھا۔ عام دینی معلومات میں علم بہت اچھا تھا۔ مرحوم مجلس نابینا کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے اور بلا ناغہ دفتر حاضر ہوتے اور محنت سے اپنا کام سرانجام دیتے۔ مرحوم پنجوقتہ باجماعت نماز کے عادی تھے۔ نیز بہن بھائیوں اور دیگر اقارب کے ساتھ حسن سلوک کرتے تھے۔ احباب سے درخواست دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم سے مغفرت کا سلوک فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین

سانحہ ارتحال

مکرم یوسف سلیم شاہد صاحب مربی ضلع ہری پور ہزارہ تحریر کرتے ہیں۔

خاکسار کے والد محترم صوفی محمد شریف صاحب معلم وقف جدید 17 ستمبر 2014ء کو انتقال کر گئے۔ اسی روز نماز جنازہ مکرم ظہیر احمد ریحان صاحب مربی سلسلہ نے بعد نماز ظہر بیت المبارک ربوہ میں پڑھائی اور بہشتی مقبرہ ربوہ میں تدفین کے بعد دعا مکرم مظہر اقبال صاحب ناظم ارشاد وقف جدید نے کروائی۔ محترم اباجان بچپن سے پنجوقتہ نماز کے پابند، نہایت حلیم شفیق، ملنسار سادہ اور دعا گو شخصیت تھے۔ نوجوانی میں ہی طبیعت میں پاکیزگی کی وجہ سے اپنے خاندان میں سب سے پہلے احمدیت قبول کرنے کی توفیق پائی۔ حضرت مسیح موعود کی کتب قرآن کریم کے مطالعہ کا انتہائی گہرا مطالعہ تھا۔ خدا تعالیٰ نے انتہائی سریلی آواز سے نوازا تھا۔ نداء اور تلاوت بڑی اثر انگیز تھی۔ دعوت الی اللہ کا جنون کی حد تک شوق تھا۔ 1965ء میں زندگی دین کے لئے وقف کر دی۔ 2008ء تک کمال وفاداری سے اپنے اس عہد وفا کو نبھایا۔ آپ کی ساری زندگی میانہ روی، قناعت پسندی اور سادگی کی خوبصورت تصویر تھی۔ میدان عمل میں صوبہ سندھ اور پنجاب میں زیادہ تر خدمت کا موقعہ ملا اور جہاں بھی رہے وہاں سے آج تک احباب و خواتین سے بہت پیار کا تعلق رہا۔ بوقت وفات آپ کی عمر 73 سال تھی۔ پسماندگان میں 3 بیٹے مکرم خلیل احمد کلیم صاحب معلم وقف جدید 35 شمالی ضلع سرگودھا، خاکسار، مکرم عاصف جمیل صاحب ربوہ' دو بیٹیاں مکرمہ شکیلہ صوفیہ صاحبہ زوجہ مکرم وسیم احمد بھٹی صاحب اوراضلع سیالکوٹ، مکرمہ عدیلہ صوفیہ صاحبہ نائب پرنسپل بیوت الحمد سکول ربوہ اہلیہ مکرم عبدالمجید صاحب ربوہ سوگوار چھوڑی ہیں۔ اللہ تعالیٰ محترم والد صاحب کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے اور ان کی نیکیوں کو زندہ رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

سانحہ ارتحال

مکرم وسیم احمد ظفر صاحب مربی انچارج جماعت احمدیہ برازیل اطلاع دیتے ہیں۔

میرے ماموں مکرم عبدالحمید صاحب آف شاہین سویٹس امریکہ مورخہ 4 ستمبر 2014ء کو نیویارک میں 86 سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ آپ حضرت میاں فضل محمد صاحب ہرسیاں والے رفیق حضرت مسیح موعود کے سب سے چھوٹے بیٹے تھے۔ 28/اپریل 1928ء کو قادیان میں پیدا ہوئے 1947ء میں ہجرت کر کے پاکستان آ گئے۔ 1969ء میں امریکہ آکر مع فیملی یہاں مستقل سکونت اختیار کرلی شروع میں چند سال کافی مشکل حالات میں گزارے پھر آپ نے امریکہ میں ''شاہین سویٹس'' کے نام سے مٹھائیاں بنانے کا کام شروع کیا جس میں آپ کی دن رات کی محنت سے اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا اور آپ کے کاروبار میں غیر معمولی برکت پڑتی چلی گئی۔ پھر آپ نے اپنے بیٹے مکرم عبدالسلام حمید صاحب کے ساتھ مل کر ریسٹورنٹ کا کام بھی شروع کر دیا۔ آپ ملنسار اور بیشمار خوبیوں کے مالک تھے جن میں مخلوق خدا سے ہمدردی اور مہمان نوازی نمایاں تھیں آپ نے کئی فیملیز اور کاریگرز کو امریکہ میں بلایا اور ان کے قیام کے لئے ہر ممکن کوشش کی۔ شروع میں کئی افراد آپ کے گھر ہی ٹھہرتے۔ آپ کو خاندان حضرت اقدس مسیح موعود کے افراد سے بھی خاص عقیدت اور محبت تھی بہت سے خاندان کے افراد امریکہ سفر کے دوران آپ کے گھر میں قیام کرتے رہے اسی طرح متعدد جماعتی وفود قافلہ کے ممبران اور مربیان کرام بھی آپ کے گھر ٹھہرتے رہے۔ آپ ان کی خدمت کر کے خوشی اور راحت محسوس کرتے۔ کئی جماعتی پروگراموں میں کھانا اور مٹھائی بھجوا دیتے۔ غریبوں کی بہت مدد کرتے اور ان کی عزت نفس کا بھی خیال رکھتے۔ آپ کی شادی کھاریاں میں مکرم میاں عبداللہ صاحب کی بیٹی مکرمہ آمنہ بیگم صاحبہ سے ہوئی۔ کچھ عرصہ پہلے ان کی وفات کے بعد آپ کی طبیعت سنبھل نہ سکی اور دن بدن کمزور ہوتے چلے گئے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات بلند فرمائے۔ مغفرت کا سلوک فرمائے اور جنت الفردوس میں اپنے پیاروں میں جگہ دے۔ محترم مولانا نسیم مہدی صاحب مربی انچارج جماعت احمدیہ امریکہ نے 5 ستمبر کو نیویارک میں بعد نماز جمعہ آپ کی نماز جنازہ پڑھائی آئی لینڈ کے جماعتی قبرستان میں تدفین کے بعد مکرم مولانا صاحب نے ہی دعا کروائی آپ نے پسماندگان میں چار بیٹے مکرم عبدالسلام حمید صاحب، مکرم عبدالمومن حمید صاحب، مکرم طاہر حمید صاحب، مکرم طارق حمید صاحب اور ایک بیٹی مکرمہ ناہید خالد حمید صاحبہ چھوڑی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو صبر جمیل عطاء فرمائے اور اپنی رضاء کی راہوں پر چلائے اور ان کی نیکیاں جاری رکھنے کی توفیق دے۔ آمین

جرمنی کی مقبول ترین یونیورسٹیاں

جرمنی کا شمار غیر ملکی طلباء کیلئے اہم ممالک میں ہوتا ہے۔ انگریزی نہ بولنے والے ممالک میں یہ ابتدائی نمبر پر آتا ہے۔ اس ملک کی اہم یونیورسٹیاں درج ذیل ہیں۔

(1) فرائی یونیورسٹی برلن

جرمنی کی تعلیمی درسگاہ فرائی یونیورسٹی برلن کی بنیاد 1948ء میں رکھی گئی تھی۔ غیر ملکی اسٹوڈنٹس میں یہ تعلیمی ادارہ بھی بہت مشہور ہے۔ ہومبولڈ یونیورسٹی برلن کے برعکس یہ سوویت زون میں نہیں تھی۔ اسی وجہ سے اس کا نام فرائی یعنی آزاد یونیورسٹی رکھا گیا تھا۔

(2) لڈویگ ماکسی میلین یونیورسٹی میونخ

میونخ کی اس یونیورسٹی کا شمار بھی جرمنی کی قدیم ترین درس گاہوں میں ہوتا ہے۔ 34 نوبیل انعام یافتہ افراد کا تعلق اس یونیورسٹی سے ہے۔ لائف اسٹائل میگزین نے گزشتہ برس اس شہر کو ''بہترین طرز زندگی'' والا شہر قرار دیا تھا۔

(3) ٹیکنیکل یونیورسٹی میونخ

جرمنی کے مشہور ثقافتی شہر میونخ میں دو بڑی یونیورسٹیاں ہیں اور ان میں سے ایک ٹیکنیکل یونیورسٹی میونخ ہے۔ اس ادارے کے گزشتہ برس کے اعداد وشمار کے مطابق وہاں ہر پانچ میں سے ایک طالب علم غیر ملکی ہے۔

(4) یونیورسٹی (آرڈبلیوٹی ایچ) آخن

آخن شہر بیلجیئم اور ہالینڈ کی سرحد کے قریب واقع ہے۔ اس تکنیکی ادارے کا شمار جرمنی کے سب سے بڑے انجینئرنگ کے اداروں میں ہوتا ہے۔ اس ادارے کا موٹو ''مستقبل کے بارے میں سوچو'' ہے اور حقیقت میں بھی یہ ادارہ ایسا ہی کر رہا ہے۔ درجنوں پاکستانی طلباء یہاں بھی زیر تعلیم ہیں۔

(5) ٹیکنیکل یونیورسٹی برلن

پانچویں نمبر پر بھی برلن شہر ہی کی یونیورسٹی آتی ہے۔ سیاحوں کے ساتھ ساتھ سٹوڈنٹس بھی اس شہر سے محبت رکھتے ہیں۔ نہ صرف انجینئرنگ کے اعتبار اس یونیورسٹی کا معیار بہت بلند ہے بلکہ دیگر مغربی یورپی شہروں کی نسبت اس شہر میں رہائشی اخراجات بھی کم ہیں

(6) ہومبولڈ یونیورسٹی برلن

اس تعلیمی ادارے کا شمار بھی جرمنی کے قدیم ترین اداروں میں ہوتا ہے۔ اس یونیورسٹی کے چند فارغ التحصیل طالب علموں نے بہت شہرت حاصل کی۔ جس کی وجہ سے اس ادارے کو بھی ممتاز مقام حاصل ہوا۔ برلن شہر جرمنی کا دارالحکومت ہونے کے ساتھ ساتھ سیاحتی مرکز کی حیثیت بھی رکھتا ہے۔ پاکستانی سفارتخانہ بھی اسی شہر میں ہے۔

(7) یونیورسٹی ہائیڈل برگ

اس یونیورسٹی کی بنیاد سن 1364ء میں رکھی گئی تھی اور اس کا شمار جرمنی کی قدیم ترین درسگاہوں میں ہوتا ہے۔ اس رومانوی شہر سے گزرنے والے دریائے نیکر کے قریب ایک سڑک کا نام بھی علامہ اقبال سے منسوب ہے۔

(8) یونیورسٹی ڈوُس برگ ایسن

اس یونیورسٹی میں 37 ہزار طلباء زیر تعلیم ہیں اور اس کا شمار جرمنی کی بڑی یونیورسٹیوں میں ہوتا ہے۔ سن 2003ء میں دو ہمسایہ شہروں ڈوس برگ اور ایسن کی یونیورسٹیوں کا الحاق کر دیا گیا تھا۔ اس علاقے کو صنعتی علاقہ بھی کہا جاتا ہے اور اس کا شمار جرمنی کے گنجان آباد علاقوں میں بھی ہوتا ہے۔

(9) گوئتھے یونیورسٹی فرینکفرٹ

اس یونیورسٹی کا نام جرمنی کے مشہور شاعر یوہان وولفگانگ فان گوئتھے سے منسوب ہے۔ فرینکفرٹ ایک کثیر الثقافتی شہر ہے اور اپنی بلند وبالا عمارتوں کی وجہ سے بھی مشہور ہے۔ بہت سے مالیاتی اداروں اور بینکوں کے ہیڈکوارٹرز اسی شہر میں ہیں۔

(10) کولون یونیورسٹی

یہ یونیورسٹی اس شہر کولون میں واقع ہے، جہاں جرمنی کا سب سے بڑا تہوار (کارنیوال) بھی منایا جاتا ہے۔ اس شہر کے لوگوں کا رویہ دیگر شہروں کی نسبت قدرے دوستانہ ہے۔ ساری دنیا سے سٹوڈنٹس یہاں تعلیم حاصل کرنے کے لئے آتے ہیں۔ یہاں سے ٹرین کے ذریعے چند ہی گھنٹوں میں دیگر بڑے یورپی شہروں ایمسٹرڈیم برسلز اور پیرس پہنچا جاسکتا ہے۔

(روزنامہ ایکسپریس 4 ستمبر 2014ء)

بقیہ صفحہ 1 مکرم مبشر احمد صاحب کی شہادت

کو معروف احمدی ڈاکٹر عبدالمنان صدیقی صاحب کی بھی ٹارگٹ کلنگ کی گئی تھی اور ان کے قاتلوں کو سزا تو درکنار گرفتار تک نہیں کیا گیا۔ انہوں نے کہا کہ ہمارا اصل سہارا خدا کی ذات ہے، وہی ان ظالموں سے انصاف کرے گا۔ ترجمان نے سوشل میڈیا کی ویب سائٹ ٹویٹر پر سندھ میں حکمران جماعت پاکستان پیپلز پارٹی کے نوجوان سربراہ بلاول بھٹو زرداری کو مخاطب کرتے ہوئے سوال کیا ہے کہ مذہب کے نام پر احمدیوں کی قتل وغارت گری کا سلسلہ کب رکے گا۔ انہوں نے مطالبہ کیا کہ سفاک قاتلوں کو فوری گرفتار کر کے قانون کے مطابق سزا دی جائے۔

ربوہ میں طلوع وغروب 24 ستمبر

طلوع فجر	4:36
طلوع آفتاب	5:55
زوال آفتاب	12:00
غروب آفتاب	6:06

ایم ٹی اے کے اہم پروگرام

24 ستمبر 2014ء

6:15 am	گلشن وقف نو لجنہ اماء اللہ
9:55 am	لقاء مع العرب
2:00 pm	سوال وجواب
6:00 pm	خطبہ جمعہ فرمودہ 12 دسمبر 2008ء
8:05 pm	دینی وفقہی مسائل
11:25 pm	حضور انور کا خطاب برموقع جلسہ سالانہ قادیان

درخواست دعا

مکرم وقاص احمد چوہدری صاحب مربی سلسلہ وزیر آباد ضلع گوجرانوالہ تحریر کرتے ہیں۔

میری بیٹی نور الایمان Wilm's Tumour کی بیماری میں مبتلا ہے۔ لاہور میں کیموتھراپی ہو رہی ہے۔ اس دوران بچی کی طبیعت کافی خراب رہتی ہے۔ احباب سے دعا کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ میری بیٹی کو شفاء کاملہ وعاجلہ اور صحت وسلامتی والی لمبی عمر عطا فرمائے نیز جملہ پیچیدگیوں سے محفوظ رکھے۔ آمین

☆......☆......☆

خدا تعالیٰ کے فضل اور رحم کے ساتھ
αδσ
النور ڈیپارٹمنٹل سٹور
مہران مارکیٹ اقصیٰ روڈ ربوہ
کمپیوٹر آپریٹر کی ضرورت ہے
پروپرائٹر: رانا احسان اللہ خاں
047-6215227, 0332-7057097

FR-10

آندرے آس لینگوئج انسٹیٹیوٹ
جرمن زبان سیکھئے
گوئٹے انسٹیٹیوٹ سے سند یافتہ ٹیچر
اور اب لاہور کراچی ٹیسٹ کی تیاری کیلئے بھی تشریف لائیں۔
فیصل آباد میں بھی جرمن کلاسز کا آغاز ہو چکا ہے
برائے رابطہ: طارق شبیر دارالرحمت غربی ربوہ
03336715543, 03007702423, 0476213372

قائم شدہ 1952ء
خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ
خالص سونے کے اعلیٰ زیورات کا مرکز
SHARIF
JEWELLERS
SINCE 1952
Aqsa Road Rabwah
0092476212515
15 London Rd, Morden Sm4 5Ht
00442036094712

F R S RABWAH
اللہ تعالیٰ کے فضل اور رحم کے ساتھ
فیوچرریس سکول ربوہ
- یورپین طرز تعلیم، بیگ اٹھانے کی زحمت ختم
- کوئی ہوم ورک نہیں، نرسری تا ششم بوائز کے لئے
- اور نرسری تا ہشتم گرلز داخلے جاری ہیں۔
- انگلش کیلئے لیڈی ٹیچر کی بھی ضرورت ہے۔
دارالصدر شرقی عقب فضل عمر ہسپتال ربوہ
فون: 047-6211346 موبائل 0332-7057097

Skylite NETWORKS PRIVATE LIMITED
سکائی لائٹ کمیونیکیشنز کی جانب سے فخریہ پیشکش
سکائی لائٹ کمیونیکیشنز کی جانب سے Internship Program کا آغاز کیا جا رہا ہے۔
گریجویٹ طلبہ درج ذیل آسامیوں کے لئے آج ہی رابطہ کریں
Graphic Designing | Web Development | Online Marketing | App Development | Customer support | Networking
2nd Floor, Bank Alfalah, Rabwah, Pakistan.| Tel:047-6215742 | www.skylite.com | internship@skylite.com

ایکسپریس کوریئر سروس
کی جانب سے خوشخبری
UK + جرمنی + بیلجیئم + فرانس + سویڈن اور دیگر ممالک میں چھوٹے بڑے پارسل بھجوانے پر کم ریٹس اور تیز ترین ڈیلیوری کا آغاز
امریکہ + کینیڈا + آسٹریلیا میں DHL اور Fedex کے ذریعہ 72 گھنٹے میں ڈیلیوری پر ریٹس میں حیرت انگیز کمی
اعلیٰ سروس ہماری پہچان
Express Courier Service
نزد مسلم کمرشل بینک گولبازار ربوہ
0476214955, 0476214956
شیخ زاہد محمود: 03217915213